Registered
L. No 89.

نورِ افشاں

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

نمبر (۱۰) مطبوعہ ۱۰- مارچ ۱۹۰۵ء بروز جمعہ جلد (۳۳)

گلدستۂ اخبار

خوشی کی خبر ہے کہ ایٹہ کے ضلع میں مشن کا کام خوب ترقی پر ہے۔ مسٹر میکاؤ نے تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ بہت سے آدمیوں کو بپتسمہ دیا اور اُن سے بھی زیادہ ابھی مسیحی دین کی تعلیم پا رہے ہیں۔ اِن متلاشیوں میں نہ صرف دال میکی ہی ہیں بلکہ دیگر ذاتوں کے لوگ بھی شامل ہیں۔ **الہ آباد کے** پادری سی۔ ایچ۔ گل صاحب ٹراونکور کوچین کے بشپ مقرر ہوئے ہیں۔ **دارجلنگ** کے پادری آر کیسلڈ ٹرنبل صاحب گذشتہ ہفتہ بعارضہ نیومونیا ولایت میں قضا کر گئے۔ انہوں نے دارجلنگ میں ۲۰ سال تک خدمت کی تھی۔ **ہند میں** اسوقت ۱۵۰۷۸ مدرسے و ۹۰۴۱ استاد اور ۳۳۲۷۷۶ طلبا ہیں۔ **کالے کپڑوں** پر سے تمام مٹی کے دھبے کچے آلو کے ملنے سے چھوٹ جاتے ہیں۔ **مسٹر** اور الیف ڈگلس صاحب جو لاہور فتحہ مشن کے متعلق تین برس سے زیادہ کام کرتے رہے تھے امریکہ کو چلے گئے ہیں۔ کچھ معلوم نہیں کہ وہ واپس آوینگے یا نہیں۔ **مسٹر ایچ جے گپتھہ** صاحب ایم اے۔ بی ڈی امریکہ سے ہند میں آئے ہیں تاکہ یہاں کی وائی۔ ایم۔ سی۔ اے میں بائیبل کے مطالعہ کا کام جاری کریں۔ **نارتھ ویسٹرن** اسٹیٹ ریلوے کی شاخ انبالہ سے کالکا ... کے حوالہ ہوگی۔ **لنڈن ۲۷ فروری**۔ منچوریہ کی لڑائی کی مفصل کیفیت سے دریافت ہوا کہ پرشنیف ہل کی لڑائی میں جو موف بار ہی ہوئی اس میں روسیوں نے سخت شکست کھائی اور جاپانیوں نے ہر مقام پر روسیوں کو زک دی اور جاپانی اب روسی صدر قلعوں پر بڑھتے چلے آتے ہیں۔ **لنڈن** کے ہسپتال میں ایک سال کے اندر دس لاکھ گولیاں۔ سو ٹن ایپسن سالٹ۔ ۲۰ ٹن کاربولک ایسڈ ½۱ ٹن ایتھر اور کلوروفارم۔ ۱۰۰ ٹن لنٹ اور ۴ ٹن روئی کے پھٹے خرچ ہوتے ہیں۔ **سیلون** کے عجائبات میں سے ایک قسم بیل کی ہے اس کے بڑے سے بڑے جانور کی اونچائی تیس انچ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ **سورت** میں سخت آتشزدگی ہوئی جس سے ۴ لاکھ کا نقصان ہوگیا۔ **ہوڑہ کے قریب** سن کی ایک مل میں آگ لگ گئی مگر شکر ہے کہ نقصان بہت کم ہوا۔ **برہما کی محکمہ** پولیس میں یکم مارچ ۱۹۰۵ء سے ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹوں کو سو روپیہ ماہوار اور اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹوں کو پچاس روپیہ ماہوار بھتہ ملا کرے گا۔ **منصوری** میں برف باری شروع ہوگئی۔ لوگوں کو بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔ **شملہ** کی سڑک میں ساتویں میل پر زمین کے اندر خود بخود ایک شگاف ہو گیا۔ **موسم** کی سختی کی وجہ سے گورنمنٹ ہند اور کابل کے درمیان جو سلسلہ نامہ و پیام موقوف ہو گیا تھا اب پھر جاری ہونے والا ہے۔ امیر صاحب کے ساتھ تصفیہ معاملات کے کچھ مزید حالات معلوم نہیں ہوئے۔ **جھیل شاڈ** (واقعہ افریقہ) روز بروز خشک ہوتی جاتی ہے مگر اس کے بالکل خشک ہو جانے کے لئے سالہا سال درکار ہیں۔ **کولمبیا** (واقعہ امریکہ) میں تحریک ہے کہ اُن شوہروں کو سرکار کی طرف سے سزا دی جایا کرے جو اپنی بیویوں پر ظلم و تشدد کرتے رہتے ہیں۔ **ایک روسی** موجد اس صدمہ سے پاگل ہو گیا کہ گورنمنٹ روس نے اس کے ایجاد کردہ چھوٹے سے انجن کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ **امریکہ کے ایک** کروڑپتی نے ایک حبشی عورت کو تقریباً ۱۴۰۰۰ پونڈ کی مالیت تحفہ میں دے دی۔ نیویارک میں اس کا بڑا چرچہ ہو رہا ہے۔ **سلطنت چین** میں تعلیم النسوان پر بڑا زور دیا جا رہا ہے۔ **مارشل اویاما رپورٹ** دیتے ہیں کہ روسی سواروں کے اُس حصے نے جو کل کی رپورٹ میں ظاہر کیا گیا ہے جاپانی کمک پہنچنے سے پیشتر شمال کی سمت مراجعت شروع کر دی۔ کمک مذکور نے تعاقب کر کے کچھ نقصان پہنچایا۔ روسی توپخانہ اہل مراجعین کے عقب میں محافظ تھا۔ **سینٹ پیٹرزبرگ** سے ڈیلی ٹیلیگراف کا نامہ نگار خبر دیتا ہے کہ اعلیٰ درجہ کے روسی اعیان سلطنت میں اِس امر کا یقین ترقی کر رہا ہے کہ روسی گورنمنٹ اور شاہی خاندان کی بہبودی کے لئے جہاں تک ممکن ہو جلد جنگ کا خاتمہ ہو جانا ضروری ہے۔ **بڑی خوشی** کی بات ہے کہ ایک اور ہندوستانی مسیحی ولایت سے تعلیم پا کر واپس آ رہے ہیں آپ کا نام نامی ڈی۔ ایچ راجہ چندر راؤ ہے۔ آپ بینرداد کے سی۔ ایم۔ ایس کے پادری صاحب ڈی اننتھ کے فرزند ہیں۔ اور اڈنبرا سے ایم۔ اے اور ایم۔ بی کی ڈگری لیکر آ رہے ہیں۔ **یوگنڈا افریقہ** میں چرچ مشنری سوسائٹی کے متعلق وہاں کے دیسی مسیحیوں نے اپنے ہی چندہ سے ایک عالیشان گرجا تعمیر کر دیا ہے جس میں ۲۵ سو آدمیوں کی گنجائش ہے۔ اسکی افتتاح کے وقت دس ہزار کے قریب بھی موجود تھے۔ افتتاح بڑی تزک و شان اور خوشی و ترنم سے ہوا۔ **لالہ منشی رام** جی آریہ سماج میں پھر واپس آ گئے ہیں اور ۱۶ و ۱۷ فروری کے اجلاس آریہ پرتی ندھی سبھا لاہور میں ۳۰ ووٹوں کی کثرت رائے سے سبھا مذکور کے پردھان مقرر ہوئے ہیں۔ مبارک ہو۔ **دور مشرق** سے خبر آئی ہے کہ روسی پناہ گیروں کی ۲ کشتیاں موکڈن اور چیفو میں وارد ہوئی ہیں۔ **کلکتہ** میں موٹر گاڑیوں کی خوب فروختگی ہو رہی ہے۔ **رنگون** میں چیچک کی کثرت ہے۔ **ہند و پنجاب** میں طاعون کی واردات آئے دن بڑھتی چلی جاتی ہے۔ افسوس! خدا پناہ میں رکھے۔ **ٹرنسوال کے** بوئروں نے ایک کمیٹی قائم کی ہے جس کے سرغنہ جنرل بوتھا اور جنرل ڈیلاری ہیں۔ اس میں سولہ برس سے زیادہ عمر کا ہر ایک گورہ داخل ہو سکتا ہے مقصد اس انجمن کا ٹرنسوال میں امن قائم رکھنا ہے۔

ایڈیٹوریل نوٹس

ایمان کیا ہے؟ ایمان کی طرح بطرح مذہبی اور فلسفانہ تعریفیں کی گئی ہیں اور قریباً ہر مذہب میں کی علیحدہ علیحدہ تعریف ہوتی ہے۔ مگر وہ تعریف جو تجربہ اور مشاہدہ سے منتج کیجاتی ہے سائنس کے اس مسئلہ کے مطابق محکم اور کارآمد ہے جس کا عمل سے تجربہ اور مشاہدہ کر کے یقین دلایا جاتا ہے۔ پروفیسر ڈرمنڈ صاحب نے ایمان کی تعریف روزمرہ کے عملی مشاہدے اور تجربہ سے مثال دیکر یوں کی ہے "جہانتک میں دیکھتا ہوں مجھے صرف ایک ہی طریقہ معلوم ہوتا ہے جس سے ایمان دستیاب ہو سکتا ہے۔ اور وہ طریقہ مذہب میں اور مردوں اور عورتوں کی دنیا میں ریعنے مجلس میں) یکساں ہے۔ اے بھائی! جب میں تجھکو جان لیتا ہوں تو میں تجھ پر بھروسہ کر سکتا ہوں۔ میں تیری طرف دیکھتا رہتا ہوں اور تیرے ساتھ سکونت کرتا ہوں۔ میں دریافت کر لیتا ہوں کہ تو قابل بھروسہ ہے اور میں اپنا بھروسہ تجھ پر رکھتا ہوں اور تجھ پر اپنا آسرا رکھتا ہوں"۔

گوشت کھانے کا قانون فطرت میں

ہے۔ آجکل قانون قدرت پر بڑا زور دیا جاتا ہے اور ہر بات میں خواہ تردیدی ہو خواہ تائیدی عقل اور قانون قدرت پیش کئے جاتے ہیں۔ اور جو بات ایک وقت قانون قدرت کے خلاف نظر آتی تھی دوسرے وقت اس کی تائید قانون قدرت سے ہو جاتی ہے۔ کسی امر کو قانون قدرت کے برخلاف بے تحاشہ کہہ دینا ہماری اُن قوانین سے ناواقفیت یا کم واقفیت پر مبنی ہوتا ہے۔ اور جوں جوں ہم اُن سے زیادہ واقف ہوتے جاتے ہیں توں توں ہمارا یقین اس امر کی نسبت جو ایک وقت خلاف قدرت نظر آتا تھا اب دوسرے وقت منشائے قدرت کا ہوتا ہے۔ گوشت کھانے کا قانون نہ صرف انسان ہی میں اور حیوان ہی میں پایا جاتا ہے بلکہ نباتات میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ امریکہ کے جنگلوں میں ایک قسم کا درخت پایا جاتا ہے جسکی خوراک پرندے ہیں اس کے تمام تنہ پر ایک قسم کا لیسدار مادہ لگا ہوتا ہے جس سے گوشت کی سی بو آتی ہے پرند اس بو کی وجہ سے اسکی طرف جاتے ہیں اور جب اسکی شاخ پر بیٹھ جاتے ہیں تو اس میں بے طرح پھنس جاتے ہیں اور آناً فاناً درخت ان کو غذا کی طرح تحلیل کر کے اپنا جزو بدن بنا لیتا ہے۔ اسی طرح کا ایک اور درخت ہے جس کے پتے تاڑ کے پتوں سے زیادہ مشابہ ہوتے ہیں اور چھاتے کی طرح کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ جسوقت آدمی یا کوئی جانور پاس آیا یہہ پتے اُسکو فوراً ایسا دبوچ لیتے ہیں کہ ہزار کوشش کوئی کرے مگر اُن سے جانبری نہیں ہو سکتی۔ یہہ درخت جانور یا آدمی کا گوشت اور خون چوس لیتا ہے اور ہڈیوں کو باہر پھینک دیتا ہے۔

جان نثاری کا قانون

بھی قوانین قدرت میں موجود ہے۔ اس قانون سے عنقریب سب لوگ واقف ہیں انسان سے لیکر حیوان تک ایک دوسرے کے لئے جان دینے کو تیار ہیں اور سینکڑوں نے دوسروں کے لئے جان دیدی اور اس کے فواید اور تاثیرات سے اُن کو مستفید کیا۔ ایسی مثالیں قوم میں اور رشتہ داروں میں بہت سی پائی جاتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ حال ہی میں جرمنی کے شہر ہمبرگ میں ایک بارہ سالہ لڑکی کی چھوٹی بہن سخت بیمار تھی ایسا کہ اُس کا اپریشن کرنا ضروری تھا مگر ساتھ ہی اس اپریشن کے لئے تازہ انسانی گوشت کی بھی اشد ضرورت تھی بلکہ اس کے بغیر اپریشن ناممکن تھا۔ اس جان نثار لڑکی نے برضا و خوشی اپنے آپ کو ڈاکٹر کے پیش کر دیا اور ڈاکٹر نے پندرہ مربع انچ گوشت اس میں سے نکال لیا۔ اس باحوصلہ اور جان نثار لڑکی نے اُف تک نہ کی۔ اس طرح اسکی بہن اور وہ بھی دونوں بچ رہیں کیا خداوند مسیح کا جو اس قدر قدرت والا تھا کہ جس نے اپنی جان لوگوں کے لئے دیدی کفارہ کا عمل قانون قدرت کے برخلاف ہو سکتا ہے؟ البتہ برخلاف تو نہیں مگر اعلیٰ ترین اور قانون قدرت سے بعید تر ہیں اور ہماری سمجھ سے بہت ہی بلند و بالا ہے۔ جس وقت ہم اس روحانی قوانین کو جو ابھی تک ہم سے بہت کچھ مخفی ہے کماحقہ معلوم کرینگے تب مسیح خداوند کا یہہ فعل عوضیت بھی قانون قدرت کے مطابق نظر آوے گا۔ اس لڑکی کا واقعہ اس طبعی دنیا میں طبعی امور کے ساتھ تھا مگر مسیح کا واقعہ اس طبعی دنیا میں روحانی امور کے ساتھ ہے روحانی دنیا کے قوانین کی جھلک طبعی دنیا میں نظر آتی ہے۔ آیندہ ابھی خبر نہیں کیا کچھ اور نظر آئیگا۔

مسیح کی طرف

رجوع لانیکا وقت۔ ایک شخص نے کسی سے پوچھا کہ تم مسیح پر پہلے پہل کب ایمان لائے؟ اُس نے جواب دیا کہ جب شہد کی مکھی نے میری والدہ کے ڈنگ مارا تھا۔

کہتے ہیں کہ جب یہہ جوان ابھی لڑکا ہی تھا تو ایک دن ایسا واقع ہوا کہ وہ اپنے گھر کے دروازے پر کھیل رہا تھا اور اسکی والدہ اندر کچھ کام کر رہی تھی۔ دفعتہً ایک شہد کی مکھی بھنبھناتی ہوئی اسکی طرف آئی۔ لڑکا ڈر کے مارے ماں کے پاس بھاگا۔ مکھی بھی اُس کے پیچھے آ رہی۔ ماں نے جب یہہ دیکھا تو لڑکے کو تو اپنے پیچھے چھپا لیا اور اپنا برہنہ بازو آگے کر دیا۔ مکھی نے اسکی والدہ کے برہنہ بازو پر خوب زور سے ڈنگ مارا۔ جب وہ ڈنگ مار چکی اور ابھی اُس کے بازو پر بیٹھی ہوئی چل رہی تھی وہ مڑی اور اپنا بازو اپنے بیٹے کو دکھلایا اور کہا "بیٹا! اب مکھی سے مت ڈرو کیونکہ اب اسمیں ڈنگ نہیں رہا۔ یہہ تمکو اب کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ دیکھو اس کا ڈنگ تو میرے بازو میں ہے۔" آخر اس کا سیاہ ڈنگ اپنے بیٹے کو اپنے بازو کے زخم میں دکھلایا اور کہا "اب مکھی تمکو ہرگز ڈنگ نہیں مار سکتی"۔

پھر والدہ نے اپنے بیٹے کو اپنے زانوں پر بٹھلایا اور مسیح کی محبت کا قصہ اسے کہہ سنایا۔ اور بتلا دیا کہ کسطرح سے گنہگار آدمی جسکے تعاقب میں خدا کی فسخ شدہ شریعت لگی ہوئی ہے جو موت کا ڈنگ ہے یعنی گناہ اور راستی خدا کا غضب اسپر جھوم رہا ہے کسی اور جگہ نہیں بچ سکتا مگر مسیح کی صلیب کے پیچھے کیونکہ اس بیگناہ کے جسم میں جو صلیب پر لٹکا تھا اس مکھی نے اپنا ڈنگ زور سے مار لیا ہے اس کا سارا زور اسی پر ختم ہو گیا اور اسی پر غضب کا سارا زہر۔

السبت

السبت۔ سبت ایک عبرانی لفظ ہے جس کے معنی ہیں آرام۔ اور سب سے پہلے ہم یہہ لفظ خدا کی زبان سے اُس وقت سنتے ہیں جب خدا نے اِس دنیا کو پیدا کیا اور ساتویں دن اپنے اِس کام سے جو وہ کرتا تھا اُس نے فراغت پائی اور یہی دن انسان کے لئے اُسکی تمام محنتوں اور مشغولیوں سے جو وہ کرتا ہے آرام پانے کے لئے مقرر کیا۔ آرام کرنا زندگی کا ایک قانون ہے جو فطرت کے صفحات پر مرقوم ہے۔ خداوند مسیح نے اِس واقف نیچر کو بڑے صاف اور شریف الفاظ میں یوں ظاہر کیا ہے۔ "کیا دن کے بارہ گھنٹے نہیں۔ رات آتی ہے جب کوئی آدمی کام نہیں کرسکتا"۔ فصل کے بعد باغات اور کھیت آرام کرتے ہیں۔ رات و دن کام میں لگے رہنا قانون طبعی کا فسخ یا گناہ ہے جسکی سزا یا وجہ کاہلیت یا بیماری ہوتی ہے۔ مگر اعلیٰ درجہ کی نشوونما خواہ روحانی ہو خواہ طبعی خاموشی میں پختہ ہوتی ہے۔ وہ کام جو انسان کرتا ہے آرام کرنے کا ثمرہ ہے۔ آرام کرنا حیات کا خاتمہ نہیں ہے مگر اِس کا ایا رہ بہتر اور زیادہ کامیاب آیندہ زندگی بسر کرنا ہے۔ دانا لوگ اِس نظر سے کام نہیں کرتے کہ ہم آرام کرینگے بلکہ اِس لئے کہ ہم اور زیادہ کام کرینگے۔ وہ اشخاص جو لگاتار کام کرتے رہتے ہیں اِس سے نہ صرف اُنکی طاقت ہی ضائع ہوجاتی ہے بلکہ کام میں بکثرت ناکامیابی اور نقص پڑ جاتے ہیں۔ یہہ تمام باتیں نہ صرف نیچر ہی کی مشین میں پاتے ہیں بلکہ انسانی مصنوعی مشینوں اور کلوں کا بھی یہی حال ہے۔ وہ مشین جو متواتر اور بلا ناغہ چلتی رہتی ہے شکستہ ہوجاتی ہے اِسی طرح سے بلکہ اِس سے کہیں زیادہ ہمارے جسم کے نازک اعضاء اور پٹھے غیر المتواتر کام اور عمل کے سبب سے بودے ہو اور ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور اپنے اپنے مقررہ کام دینے سے رہ جاتے ہیں۔ ایک دانا آدمی کا نہایت پُر معنی اور شستہ مقولہ ہے کہ "میں ایک دن کے کام کو دس گھنٹوں میں کرتا ہوں مگر بارہ گھنٹوں میں نہیں کرسکتا۔" تھکے ماندے قویٰ راحت اور آرام کے طلبگار ہیں۔ اُن کو آرام نہ دینا انہیں یا دوسرے لفظوں میں اپنے آپ پر جبر کرنا ہے۔ تھوڑی سی استراحت اور تفریح طبع سے کام زیادہ خوش اسلوبی اور عمدگی سے ہوجاتا ہے راحت تفریح ہے اور اِس سے ہر شے کی گویا از سرِ نو خلقت ہوتی ہے۔ اِس نئی پیدائش سے انسان اپنی زندگی کے فرایض کو نئے طور پر اور بڑی عمدگی سے بجالا سکتا ہے۔ یہہ قاعدہ انسان کی نہایت ہی افضل اور اعلیٰ ہستی کے نہایت ہی حسب حال اور لازمی ہے۔ آرام کرنے اور وجب کھیل کود سے قوت ضائع نہیں ہوتی بلکہ بڑھتی ہے۔ اِس سے ہمارے اعضاء کے جوڑوں میں گویا تیل پہنچ جاتا ہے اور چونکہ وہ کام کرتے کرتے گرم ہو جاتے اِس تیل سے سرد ہو کر از سرِ نو بحال ہو جاتے ہیں۔ بہت ہی تھک جانا اخلاق سے بعید ہے؛

اِس آرام سے ایک اور فائدہ بھی انسان کو پہنچتا ہے۔ یہہ فرصت جو آرام کرنے سے ملتی ہے ایک ایسا موقع ہے جس سے انسان اپنے کام کی تشریح و توضیح کرسکتا ہے۔ وہ اپنے کام کو گران قدر سمجھ سکتا اور اُس کے حسن و قبح پر بغور نظر کرسکتا ہے اگر ہم کسی عمدہ نقشے کو چلتے چلتے سرسری طور پر دیکھ لیں اور دیر تک کھڑے ہو کر اُس پر غور و فکر نہ کریں تو ہم اُسکی پوری قدر اور قیمت ہرگز معلوم نہیں کرسکتے۔ اِس کی قدر و منزلت کو دریافت کرنے کے لئے تھوڑی دیر تک علیحدگی میں اور بڑی خاموشی اور سنجیدگی سے اِس کے سامنے بیٹھنا اور اُس پر ٹکٹکی باندھ کر غور کرنا ضروری ہوتا ہے تب انسان اُس کی خوبصورتی اور کاریگر کی ہنرمندی کو بخوبی جانچ اور پرکھ سکتا ہے اور اِس سے سرور ظاہری و باطنی اُٹھا سکتا اور کاریگر کی داد دے سکتا ہے۔ پس کارکن کو لازم ہے کہ اپنے کام سے علیحدہ بھی ہوا کرے تاکہ اپنی کامیابی اور ناکامی۔ فائدہ یا نقصان حسن و قبح سے واقف ہو جاوے۔ آرام کے اوقات سے وہ مواقع دستیاب ہو جاتے ہیں جن میں انسان اپنے کام کا خوب امتحان اور نکتہ چینی کرسکتا ہے جس سے وہ اعلیٰ ترین مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے؛

سب سے افضل اور اعلیٰ فایدہ جو انسان کو آرام اور سبت سے میسر آتا ہے یہہ ہے کہ وہ اُن گھنٹوں میں خدا کی خوبیاں اور اپنے فرایض پر بخوبی غور کرسکتا ہے۔ انسان اپنے کاموں کی کثرت اور ازحد اُن میں مشغولیت کی وجہ سے خدا کے خیال کو بھول جاتا اور اپنے فرایض کو جو وہ خدا اور انسان کے ساتھ رکھتا ہے فراموش کر بیٹھتا ہے مگر تنہائی اور فرصت اور آرام کے وقت وہ سب یاد آجاتے ہیں۔ وہ گویا اِس وقت اِس عالم سے علیحدہ ہو کر دوسرے عالم کی سیر کرتا ہے۔ اِن ساعتوں میں وہ زندگی اور خدا کی سچائیوں پر تعمق کرتا ہے۔ اِس تنہائی سے جس میں کہ وہ اِس ازلی وجود کے روبرو بچشم ہوشمندی حاضر ہوتا ہے خدا کی نہایت شیریں اور دھیمی آواز کو سنتا ہے اور اِس دنیا کے نظاروں اور مکاشفوں سے بھی بڑھکر افضل نظاروں اور مکاشفوں کا مشاہدہ کرتا اور سرور نامتناہی میں مسرور ہوتا ہے۔ ہمارے خداوند نے اپنے شاگردوں سے جب کہ وہ محنت اور مشقت سے تھکے اور ماندہ ہوگئے تھے یوں کہا کہ آؤ ہم ویرانہ میں چلیں اور تھوڑا آرام کریں۔ پس یہہ آرام کے دن اگر اُن کا درست استعمال کیا جاوے روح کو وہ طاقت دیتے ہیں جس سے روح خدا کو پا لیتی اور پہچان لیتی ہے اور حیات جاودانی کی برکتوں سے مالا مال ہوتی ہے۔ تنہائی میں خدا اپنے آپکو انسان پر ظاہر کرتا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ "تھم جاؤ اور جانو کہ میں خداوند ہوں" اوپر کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ آرام کرنا انقطاع عمل نہیں ہے۔ یہہ عمل کی موت نہیں ہے۔ طاقتوں کی بیکاری نہیں ہے اور کام کا اختتام نہیں ہے۔ کوئی زمانہ جبکہ انسان اِس فعلی موت یا بیکاری میں ہو۔ سچا آرام اور کچھ نہیں مگر کام اور اپنی طاقت کو مساوی الوزن رکھتا ہے۔ آرام جب حد سے بڑھ جاتا ہے تو سستی میں تبدیل ہوتا ہے اور کام جب افراط پکڑتا ہے تو بے اعتدالی پیدا کرتا ہے جس کا نتیجہ نقصان ہوتا ہے الٰہی آرام اِس لازوال خوشی سے پُر ہے جس سے ہر ایک کام میں پوری طاقت دستیاب ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو فرحت اور آرام کی قدر نہیں کرتے جلد کمزور اور بیکار ہو جاتے اور اُنکی زندگی تلخ اور خوشی منغض ہو جاتی ہے؛

ریویو۔ جوں جوں زمانہ ترقی کرتا جاتا ہے توں توں تمام غلطیوں کی جو قدیم زمانہ سے آجتک عوام میں رائج چلی آرہی ہیں اصلاح اور ترمیم بھی ہوتی جارہی ہے۔ ہر ایک دنیاوی علوم کی ہر ایک شعبہ اور شاخ میں یہہ اصول اپنا عمل کرتا ہوا نظر آرہا ہے۔ یہہ

حرکت اور عمل یہاں ہی تک محدود نہیں رہا۔ اُس نے اپنا قدم ہر ملک کے مذہبی میدان میں بھی بڑھایا ہی ہمارے ملک میں ہندو اور محمدی مذاہب میں آجکل کیسی کیسی اصلاح اور ترمیم و ترمیح نظر آرہی ہے۔ میرا مطلب یہاں مذہبی کتابوں کے متن کی اصلاح اور ترمیم و ترمیح سے نہیں ہے بلکہ اُن غلط خیالوں اور اصولوں سے ہے جو کسی مذہب میں اس کی نا واقفی اور بے پرواہی سے پیدا ہو گئے اور تقلید سے زیادہ ترویج پا گئے۔ یہی صورت مسیحی مذہب میں بھی نظر آتی ہے۔ بہت سی باتیں اُس میں موجود ہیں جو بائبل کے برخلاف عوام میں اور علماء میں بھی جاری و ساری ہیں مثلاً تثلیث کا لفظ اور مفہوم۔ عہد عتیق کا عہد جدید سے کیا علاقہ ہے۔ کیا عہد عتیق ہمارے ایمان اور عمل کا خصوصاً عمل کا ایسا ہی قانون ہے جیسا عہد جدید ہے؟ الہام کس کو کہتے ہیں اور بائبل کس معنی میں اور کس طرح خدا کا کلام ہو سکتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ اور بہت سی باتیں ہیں جنہیں اصلاح کی اشد ضرورت نظر آتی ہے۔

حال ہی میں پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور کی طرف سے ایک کتاب موسومہ "بائبل کا الہام" مصنفہ ڈاکٹر پیٹرسن سمائیتھ صاحب ترجمہ ہو کر شائع ہوئی ہے جس میں اس امر کی ایک نہایت عمدہ اور اعلیٰ بحث درج ہے کہ بائبل کس معنی میں خدا کا کلام ہے اور کس طرح خدا نے اسکو الہام سے لکھوایا۔ تمام مروجہ غلطیوں کو بدلائل قاطع رد کیا ہے الہام کی پانچ قسم کی تعریفوں یعنی لفظی الہام کا مسئلہ۔ الہام میں انسانی عنصر نہیں ہے۔ بائبل بالکل ہر نوع کی سہو و خطا سے مبرا ہے۔ اسکی اخلاقی اور روحانی تعلیم کسی زمانہ میں بھی ناکامل یا ناشائستہ نہیں ہو سکتی۔ یہ کہ کسی کے ترتیب دینے یا اصلاح کرنے یا مصنف کے نام میں غلطی کر دینے سے کسی کتاب کے الہامی ہونے میں نقص عاید ہوتا ہے۔ ان کل تعریفوں کی خوب چھان بین کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ سب خیالات فی الحقیقت بائبل میں ان تعریفات کا نام تک نہیں ہے۔ گویا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے بائبل کو اپنے تصورات کے مطابق کرنے کی کوشش کی ہے جو بالکل نامناسب عمل پر آگئے بلکہ الہام کی دو حدوں کو غلط ثابت کیا ہے یعنی الہام طبعی اور الہام لفظی کو مصنف صاف اقرار کرتا ہے کہ یہ ایسا اہم اور عمیق مسئلہ ہے کہ ہم کوئی خاص تعریف الہام کی قائم نہیں کر سکتے۔ مگر بائبل کے چند ایک الفاظ اور فقرہ پر ایک نہایت ہی مختصر نظر ڈالکر وہ اسکی یوں تعریف کرتا ہے کہ الہام "خدا کی طرف سے پھونکا جانا یا ایک الٰہی تاثیر ہے کیونکہ صرف یہی تعریف ہے جو الہام کے سارے ظہورات پر حاوی ہو گی یہی تاثیر جیسا کہ بائبل کے الہام کرنے سے واضح ہو گا بعض اوقات تو فی الحقیقت ایک معمولی بات ہو گی۔۔۔ اور بعض اوقات ایک عجیب غریب نعمتی قوت ہو گی جو انسان کو خداوند خدا کی پوشیدہ باتوں کے سمجھنے کی قابلیت عطا کرے" پھر صفحہ ۱۰ پر آپ فرماتے ہیں کہ "الہام خدا کی روح اور انسان کی روح کے اتصال کا نتیجہ ہے۔ یا شاید زیادہ صاف الفاظ میں یوں کہنا چاہئے کہ خدا روح القدس اور انسانی ذہن اور ضمیر کے اتصال کا نتیجہ ہے ان دونوں اجزا میں سے ایک سے بھی قطع نظر نہیں ہو سکتی" اور ثابت کیا کہ الہام میں الٰہی اور انسانی عنصر ضرور ہونے چاہئے۔ کیونکہ ہر آیت میں گو وہ خدا کی طرف سے روح القدس کی تحریک کے سبب بولتے تھے ان دونوں عنصروں کا صاف اور صریح بیان پایا جاتا ہے۔

دوسرے حصے کے چوتھے باب میں اس سوال پر بحث کی گئی ہے کہ "کیا بائبل سہو و خطا سے مبرا ہے" ہم معنوں میں اس امر پر مبسوط بحث کی ہے اور یہ بتلایا ہے کہ کس معنی میں بائبل سہو و خطا سے مبرا ہے چنانچہ وہ اس سوال کے جواب میں یوں لکھتے ہیں کہ "ہاں بائبل سہو و خطا سے مبرا ہے مگر اس امر میں کہ وہ خدا کو ہم پر ظاہر کرتی ہے اور ہمیں وہ تمام باتیں سکھلاتی ہے جنکا جاننا نجات حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے۔ وہ اس امر میں سہو و خطا سے مبرا ہے۔۔۔ ان امور میں بائبل ہر طرح کی سہو و خطا سے مبرا ہے اور ہم کو یاد رہے کہ یہی بے خطائی ہے جسکی اس سے امید رکھنی چاہئے" ساتھ ہی اسکے اس سوال پر بھی ایک مختصر بحث ہوئی کہ آیا وہ علمی یا تاریخی مسایل کے بارے میں بھی ایسی ہی بے خطا ہے؟

پانچویں باب میں اس خیال پر بحث کی گئی ہے کہ الہام کیلئے یہ شرط ہے کہ اخلاقی اور روحانی سچائیوں کے متعلق خدا کی تعلیم جو اس کے ذریعے دیجاتی ہے وہ ادنیٰ اور ناکامل صورتوں سے ترقی کر کے اعلیٰ صورتوں تک نہ پہنچے بلکہ ابتدا ہی سے اپنی ساری کمالیت کے ساتھ جلوہ گر ہونا چاہئے۔ مصنف نے بڑی سنجیدگی اور پرمعنی دلائل سے اس امر کو ثابت کیا ہے کہ خدا نے دنیا کو بتدریج تعلیم دی ہے اور یہی طریقہ کل بائبل میں مقصود ہے لہٰذا مذکورہ بالا مقولہ غلط ہے۔ اسکو کئی ایک مثالوں اور حوالوں سے بخوبی واضح کیا ہے۔ اور تمام اعتراضات متعلقہ امر متنازعہ فیہ کا کافی حل کر دیا ہے۔

اور چھٹے باب میں الہام اور "تنقید اعلیٰ" یعنے ہائر کرٹی سزم پر نہایت دلچسپ بحث کی ہے اور تمام خطرات کی پیش بینی کر کے ان سے محفوظ اور مامون رہنے کا طریقہ بتلایا ہے۔

یہ کتاب فی الحقیقت ایک اعلیٰ دماغ اور سنجیدہ اور روحانی دینداری کا نتیجہ ہے۔ اگرچہ ممکن ہے کہ عام آدمی اس کے پڑھنے سے کسی قدر تشویش اور تذبذب میں پڑ جاویں مگر کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ اس سے وہ ایمان کبھی بھی جنبش نہیں کھا سکتا جو عین خدا کے کلام پر مبنی ہے بلکہ اس ایمان کو نہایت ہی قوت اور طاقت بخشنے اور مسیحی کے اندر ایک نئی اور اعلیٰ روح پھونکنے کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ مگر ساتھ ہی اسکے ہم یہ کہنے سے بھی رک نہیں سکتے کہ کمزور ایمان والے اور کم علم شخص کے ایمان کو تو ضرور ہلا دیگی۔ اور اُسکی وجہ یہی ہے کہ جس کا ایمان خود کلام خدا پر اور اُسکی باتوں پر مبنی نہیں بلکہ علماء کے عقاید اور مسایل پر جنکا کلام میں نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا۔ ہم بوثوق یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر بائبل سوسائٹی اس قسم کی کتابوں کا ترجمہ کر کے ہم ہندوستانی مسیحیوں اور مشنریوں کے ہاتھ میں دے تو بالضرور ہندوستان میں مسیحی مذہب کی کایا پلٹ جائیگی۔ اور جس پیمانہ سے مسیحی لوگ خود بائبل کو آزماوینگے اور اس میں اُس کو پورا پاوینگے اسی پیمانہ سے وہ غیر مذاہب کی کتابوں کو بھی آزما کر معلوم کر لینگے کہ وہ کتابیں آیا اس پیمانہ میں پوری اُترتی ہیں یا نہیں۔ ہماری دانست میں یہ کتاب واعظوں اور پادریوں کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔

یہ کتاب ۱۰۰ صفحوں پر ہے اور ۱۲ر قیمت پر پنجاب ریلیجس بک سوسائیٹی انارکلی لاہور سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

باقی ماندہ کتابوں کا ریویو آئندہ ہفتہ کے پرچے میں شایع ہو گا۔

لفٹننٹ کرنل ہارمن کمانڈنٹ ملیشیا جنوبی وزیرستان کو اُسی فوج کے ایک پٹھان سپاہی نے قتل کر ڈالا کپتان بلاٹ نے اُسکو فوراً گرفتار کر لیا ہے۔

مراسلات

ترقی و تنزل اُردو

آجکل اردو زبان کی ترقی و تنزل کے باب میں بہت کچھ چرچا ہو رہا ہے۔ چنانچہ بہت سے اصحاب نے اس کے متعلق بڑے مبسوط مضامین تحریر فرمائے ہیں اور بعض اخبار اپنا اصلی مقصد اردو زبان کی ترقی بیان کرتے ہیں غرض بمصداق "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است" ایک زبان کے رنگ میں طرح طرح کی موشگافیاں ہو رہی ہیں۔ بعض اصحاب کی رائے روشن میں اردو زبان کی ترقی اس بات پر موقوف ہے کہ آئے السنۂ اجانبہ کے الفاظ سے بالکل صاف کیا جاوے اور صاف رکھا جاوے لیکن "این خیال است و محال است و جنوں" ایسا ہونا ناممکن ہے کیونکہ اب غیر ممالک کے باشندے بہت سی ایسی اشیا ایجاد میں اور اُن کے اسماء متعلقہ الفاظ اپنے ساتھ ہندوستان میں لے آئے ہیں۔ پھر بعض کہتے ہیں کہ السنۂ اجانبہ کے الفاظ کے داخل ہونے سے کسی طرح کے تنزل کا اندیشہ نہیں بلکہ برخلاف اس کے نہایت سریع ترقی و وسعت کی امید ہے۔ ضرورت فقط اس امر کی ہے کہ اجنبی الفاظ کے لئے چند خاص قواعد وضع کئے جاویں تاکہ ان کی تذکیر و تانیث اور وحدت و جمع کے باب میں غلطی کا امکان باقی نہ رہے۔

اس مندرجہ بالا رائے ثانی کا پہلا حصہ تو بہت معقول ہے لیکن حصۂ ثانی یعنے چند خاص قواعد کا مقرر کرنا اور اُن قواعد پر اہل ہند کو قائم کرنا نہایت مشکل ہے۔ کوئی زبان صرف و نحو کے مجوزہ قواعد پر مبنی نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک زبان کے صرفی و نحوی قواعد جہاں تک پائے جاتے ہیں اُسکی موجودہ حالت سے اخذ کئے گئے ہیں اور وقتاً فوقتاً زبان کے ساتھ ساتھ کسی قدر بدلتے رہتے ہیں۔ کسی زبان کی ترقی اہل زبان کی مشورت پر موقوف نہیں ہے نئی نئی ایجادوں اور معلومات سے نئی نئی اصطلاحات قائم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اُن کے معدوم ہونے سے اُن کے متعلقہ الفاظ بھی اکثر بنا بریں غائب ہو جاتے ہیں اور پھر کبھی کبھی شاذ و نادر کتب لغت میں ٹھیک اُسی طرح نظر آتے ہیں جس طرح بعض اوقات نئی قبر کھودتے وقت نیچے سے کوئی پرانی قبر نکل آتی ہے اور کسی صد سالہ مردہ کی مدفون اور خاک شدہ ہڈیاں نظر آجاتی ہیں۔

ایک منطقی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اجنبی الفاظ کے باب میں کیوں اس قدر معرکہ ہو رہی ہے اور کوئی تسلی بخش فیصلہ نہیں ہوتا۔ غیر ممالک کے لوگ جب ہندوستان میں آتے ہیں تو ہم انہیں فی الفور اور آسانی پہچان لیتے ہیں مرد کو مرد کہتے ہیں اور عورت کو عورت۔ لڑکے کو لڑکا۔ لڑکی کو لڑکی مذکر کو مذکر۔ مونث کو مونث۔ ایک کو ایک اور دو کو دو۔ کسی حالت میں تذکیر و تانیث اور وحدت و جمع کے باب میں تخلیط و اشتباہ کی گنجایش نہیں ہوتی۔ جو شخص کسی دوسرے ملک یا بر اعظم میں مذکر ہے وہ ہندوستان میں آکر مونث نہیں بن جاتا اور جو غیر ممالک میں زمرۂ اناث میں شامل ہیں وہ ہندوستان میں آنے سے اناث سے خارج ہو کر ذکور میں نہیں داخل ہو جائینگی پس یہ بالکل صاف اور آسان بات ہے کہ جو الفاظ السنۂ اجانبہ میں مذکر قرار دئے جا چکے ہیں وہ ہندوستانی میں داخل ہونے پر مذکر ہی رہیں اور جو مونث استعمال کئے جاتے ہیں وہ اردو میں بھی مونث ہی رہیں۔

منطقی صاحب کی رائے بظاہر بہت معقول معلوم ہوتی ہے لیکن اس موقعہ پر اُس ریاضی دان کا قصہ یاد آتا ہے جسکی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ اثنائے سفر میں جب وہ اپنے خاندان سمیت ایک دریا کے کنارے پر پہنچا تو چند مقامات سے پانی کی گہرائی ناپ کر اوسط نکال لی اور فوراً کہا کہ اس دریا کا اوسط عمق بہت ہی کم ہے۔ بمشکل ہی زانو تک ہوں گے۔ بیخوف پایاب اُتر چلو۔ کشتی وغیرہ کی کچھ ضرورت نہیں۔ چنانچہ سارا خاندان دریا میں اُتر کر نہنگ اجل کا شکار ہوا۔ اسپر ریاضی دان جھٹ کاغذ پنسل لیکر اپنا حساب دیکھنے لگے اور حساب کا عمل ٹھیک پا کر کہنے لگے "میرا حساب تو بالکل ٹھیک ہے خاندان کے غرق ہونے کا کوئی اور سبب ہوگا"۔ ہمارے منطقی صاحب کی رائے شریف کا اتباع بھی اسی قسم کے نتیجہ کی طرف لیجانے والا ہے۔ اگر کوئی شخص منطقی صاحب کی رائے پر کاربند ہو کر کہے "بحیرۂ روم میں پرسوں عین اُس وقت جبکہ شمس طلوع ہوئی ایک شپ (جہاز) ڈوب گئی" تو سننے والے ہنسینگے۔ منطقی صاحب کا مقلد اُس ریاضی دان کی طرح خواہ کتنا ہی منطقی مقدمات کو آگے پیچھے کرے اور صغرا اور کبرا یا حد اوسط کی حد دو ناپے کسی صورت میں "شمس طلوع ہوئی اور شپ (جہاز) ڈوب گئی" کہنا درست نہیں ہے۔ اس قسم کی زبان ہر حالت میں قابل تضحیک سمجھی جاتی ہے اور کوئی خواندہ شخص ایسی بیہودہ کھچڑی پسند نہیں کریگا۔

اگرچہ مجھ جیسے ابجد خوان کی رائے کسی حالت میں رائے کہلانے کے قابل نہیں تاہم اس خیال کہ شاید میں ناقص رائے ہی کے ضمن میں آجاوے عرض خدمت کئے دیتا ہوں۔

(۱) چونکہ الفاظ خیالات کے اظہار کا وسیلہ ہیں اور عموماً خوبی درشتی میں کم و بیش خیالات سے مطابقت رکھتے ہیں اس لئے نہایت ضروری ہے کہ سب سے پہلے ہمارے خیالات کی اصلاح ہو کیونکہ زبان کی ترقی اور خوبی اُس کے الفاظ کی تعداد ہی پر موقوف نہیں بلکہ زیادہ تر اُن کے معانی و مطالب سے علاقہ رکھتی ہے۔

(۲) السنۂ اجانبہ کے وہ الفاظ جنکے ٹھیک ہم معنی اور مروج الفاظ اردو زبان میں ہوں اُردو میں ملا کر استعمال نہ کئے جاویں۔ مثلاً انگریزی شپ (جہاز) کے مقابلہ میں اردو زبان میں لفظ جہاز موجود اور مروج ہے۔ پھر کیا ضرورت ہے کہ بجائے "جہاز ڈوب گیا" کہنے کے "شپ ڈوب گئی یا ڈوب گیا" (بہر دو صورت مشکل) کہکر خواہ مخواہ مذکر و مونث کے جھگڑے میں پھنسیں؟ "شمس طلوع ہوئی" کی جگہ "سورج نکلا" کیوں نہ کہیں؟

(۳) اگر السنۂ اجانبہ کی اصطلاحات میں سے کسی اصطلاح کے لئے اردو زبان میں ہم معنے اور مروج اصطلاح موجود نہ ہو تو ہرگز ہرگز اُس کا ترجمہ نہ کیا جاوے بلکہ جہاں تک

ہو سکے اُس کا تلفظ صحیح اور درست ہو اور اُس کی تذکیر و تانیث اور وحدت و جمع کے باب میں عام خواندہ جماعت کی بول چال اور رواج کو حتی الامکان ملحوظ رکھا جاوے۔ مثلاً ٹاؤن ہال (Town hall)، پوسٹ کارڈ (Post card) اور ٹکٹ (Ticket) وغیرہ اصطلاحی الفاظ کا ترجمہ کرنے سے ہم عاجز ہیں اور مجبوراً ہمیں الفاظ اردو میں استعمال کرنے پڑینگے۔ لیکن اِس قسم کی مجبوری و ناچاری کے بغیر اجنبی الفاظ کی تخلیط نہ صرف اردو زبان کو بلکہ ہر ایک زبان کے ہر ایک فقرہ اور جملہ کو جسمیں اُس کا وجود موجود ہو بدمزہ بناتی ہے۔

(۴) چونکہ عربی و فارسی کے بہت سے الفاظ اردو زبان میں مل چکے ہیں اِس لئے اکثر ان دونوں زبانوں کے الفاظ کو اردو میں نہایت لاپرواہی سے استعمال کیا جاتا ہے اگرچہ عربی و فارسی الفاظ اردو میں بکثرت ہیں اور انکی موجودگی اردو کے حال کی شان و زینت ہے تو بھی وہ الگ اور جدا نہیں ہیں۔ وہی الفاظ جو اردو میں ایک خاص معنے رکھتے ہیں عربی و فارسی میں اُن کا مفہوم بالکل مخالف ہے۔ مثلاً اردو میں "حقہ باز" سے وہ شخص مراد ہے جو حقہ پیتا لیکن اگر فارسی میں کسی شخص کو "حقہ باز" کہیں تو اُس کا مفہوم تمباکو پینے والا نہیں ہوگا بلکہ فریبی اور چالاک جو اپنی چالاکی و فریب دہی کے وسیلے سے دوسرے کو حیران کر دے اور دھوکا دیوے۔ لہذا عربی و فارسی الفاظ کو اردو میں استعمال کرتے وقت مناسب ہے کہ انہی الفاظ کے باب میں ہمارا علم ناقص ہو یا ہم انکا درست استعمال نہ جانتے ہوں انکو حتی الوسع اپنی گفتگو میں داخل نہ کریں۔ بعض اشخاص اپنی لیاقت کا سکہ جمانے کی غرض سے لمبے لمبے عربی الفاظ کا غلط استعمال کرکے سننے والوں کو ہنساتے اور اپنی نادانی پر مہر کرتے ہیں۔

(۵) "تصرف بیجا" سے پرہیز لازم قرار دیا جائے "تصرف بیجا" سے پرہیز کا مفہوم یہہ ہے کہ کوئی شخص اپنے زعم کی پیروی کرکے السنۂ اجانبہ کے الفاظ کو اپنی خود ساختہ صورتوں میں پیش کرنیکی کوشش نہ کرے کیونکہ اِس سے بسا اوقات مطلب خبط ہو جاتا ہے اور ایسا زعم پرست مجبوعہ الحواس قرار دیا جاتا ہے۔ شاید اس مقام پر "تصرف بیجا" کی ایک عمدہ مثال پیش کرنا بیجا نہیں ہوگا۔ نور افشاں مطبوعہ ۳ فروری ۱۹۰۵ء کے گیارھویں صفحہ کے دوسرے کالم کے آخر میں ڈاکٹر آر۔ ڈی۔ پیڈلے صاحب کی رائے منقول از پرچہ ترقی یوں مندرج ہے "جس شخص کے دانت گندے اور خراب ہونگے اُسکی تندرستی بھی اچھی نہیں ہوگی اور جو ہوا سانس کے ذریعہ سے منہ میں ہو کر اُس کے جسم کے اندر جائیگی وہ گندی ہو جائیگی اور اجرام اُس میں سرایت کر جائینگے۔ اور جو غذا کھائی جائیگی اُس میں گندگی اثر کر جائیگی"۔ اِس عبارت میں لفظ "اجرام" تصرف بیجا سے وضع کیا گیا۔ راقم یا واضع نے انگریزی لفظ "جرمس" (Germs) کا ترجمہ کرنا مشکل پاکر اپنی عربی صرفی لیاقت کے زور سے "جرم" کی جمع "اجرام" گھڑ لی۔ اگر عقل کی آنکھ سے پٹی کھولکر دیکھا جاوے تو انگریزی "جرمس" کا عربی اجرام سے کچھ واسطہ نہیں معنوں میں کسی طرح کی مناسبت نہیں اگر اسی طرح معانی و مطالب کے خیال کو بالائے طاق رکھکر جمع کے نئے نئے قاعدوں کو رواج دینا عقلمندی ہو تو شوق سے "فرم و ٹرم" (Form & Term) وغیرہ کی "افرام و اٹرام" وغیرہ جمع بنائیے اور مسکین ابجد خوان کی گستاخی معاف فرمائیے۔ اگر نور افشاں و ترقی جیسے مشہور اردو اخبار اِس قسم کے من گھڑت الفاظ کو رواج دینے میں کچھ پس و پیش نہیں کرتے اور فصحا و بلغا کے اہل زبان کی ان اغلاط کی بیخ کنی کی طرف توجہ مبذول نہیں ہوتی تو وہ روز دور نہیں کہ اردو کے پاؤں اُکھڑے ہی سمجھئے (خدا نہ کرے۔ آمین)۔ راقم خاکسار محمد اسمٰعیل از جمنا مشن کالج الہ آباد

مدراس میں فصل خراب ہو گئی ہے کسانوں کی خورد و نوش کی اشیاء نہایت ہی کمیاب ہیں حالت نہایت نازک ہے۔ قحط پڑ گیا ہے

سی۔ ایم۔ ایس کوٹ گڈھ کے پادری ایچ۔ ایف۔ بیٹل صاحب مع اپنی بیم صاحبہ کے ۱۵ ماہ گذشتہ کو ولایت تشریف لے گئے ہیں۔

دہلی میں مباحثہ مابین عیسایان و محمدیان

کرزن گزٹ مورخہ ۱۵ فروری کا ہماری نظروں سے گذرا جس میں جناب رحیم اللہ صاحب نے ایک مضمون اِس مباحثہ کے اوپر دیا ہے جو آجکل دہلی میں درمیان مسیحیان و محمدیان کے ہو رہا ہے۔ بلاشک مضمون مندرجہ سے نامہ نگار صاحب کی فصاحت تو ظاہر ہے لیکن ہم مطلب سے اتفاق نہیں کر سکتے اِس لئے اُسکی نسبت کچھ آپ لوگوں پر ظاہر کرنیکی غرض سے سطور ذیل رقم کرتا ہوں۔

یہہ مباحثہ ۱۰ جنوری ۱۹۰۵ء سے ہر جمعہ کو بکر ستھ ہال میں ۴½ بجے شام کو شروع ہوتا ہے جسمیں شہر کے ہر درجہ کے لوگ رؤسا اور علما کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اکثر اہل شہر اور دور دور کے لوگ بھی ان ہر دو اشخاص سے واقف ہوں گے جو اِس وقت حامئ دین ہو کر ایکدوسرے سے مقابلہ کر رہے ہیں اہل اسلام کی طرف سے جناب مولانا مولوی عبد المجید صاحب مالک مطبع انصاری ہیں اور مسیحیوں کی طرف سے حافظ احمد مسیح واعظ انجیل اب تک تو مباحثہ مختلف مضامین پر رہا لیکن اب کئی جمعہ سے مسیح کے مارے جانے اور جی اٹھنے پر ہو رہا ہے۔ بڑی عجیب کیفیت معلوم ہوتی ہے اور سب بات چیت نہایت تہذیب و اخلاق کے ساتھ انجام پاتی ہے چنانچہ اخبار کرزن گزٹ میں نامہ نگار صاحب خود شاہد ہیں کہ مسیحی واعظ کیطرف سے کوئی بد تہذیبی عمل میں نہیں آتی لیکن ایسے اعتراض ایسے ہوتے ہیں جنسے مسلمانوں کے دل دکھتے ہیں۔ جناب ہم آپ کی اِس تحریر کا مطلب نہیں سمجھے اور سمجھے تو یوں سمجھے کہ تہذیب کے مقر تو آپ ہیں ہی پر اعتراضات ایسے معقول اور گران قدر ہوتے ہیں کہ اہل اسلام کی طرف سے جواب بن نہیں پڑتا۔

نامہ نگار صاحب بہت کچھ طول کلام کے بعد یہہ راقم ہیں کہ جب پادری الفرائیڈ صاحب (اب بشپ لاہور) کا



دہلی میں کچھ برس گذرے محمدیوں سے مقابلہ ہوا تھا تو لوگ کثرت سے آتے تھے پر اب ایک عیسائی بھی نظر نہیں پڑتا۔ جناب نے فرمایا ہے کہ قائل تو اب بھی آپ میں آگئے رہی بحثوں کی تو یہہ خیال فرمایئے کہ بشپ صاحب کیوقت تو سب عیسائی ایک ہی جگہ بیٹھہ جاتے تھے اور یوں حاضرین کی نظروں میں کچھ سمائے معلوم ہوتے تھے پر اب بلا امتیاز کسی فرقہ اور دین کے لوگ مل جلکے بیٹھہ جاتے ہیں اور بحیثیت مردم شماری میں کم ہو نیکے یہہ کہنا بجا ہے کہ کم نظر آتے ہیں زیادہ مبالغہ سے بیان کرنا شاید بیجا ہوگا اور یہہ تو آپ ضرور ہی مان لینگے کہ عیسائیوں کے جمع ہونے یا نہ ہونے سے کچھ مطلب نہیں کیونکہ ہمیں تو قرآن کے رو سے یہہ سمجھا دیا ہے کہ مسیح حقیقت میں مرگیا۔ عیسائی تو قرآن اور انجیل سے یہہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ وہ فی الحقیقت مرگیا۔ لیکن پھر بھی اتنا کہتا ہوں کہ عیسائی ہوتے ضرور ہیں۔

آپ یہہ بھی یاد رکھیں کہ جناب مولانا مولوی عبد المجید صاحب اِس بات کے اقراری ہیں کہ انکو بہت موقعے بحث کرنے کے ملے ہیں پر وہ قائل اِس بات کے ہیں کہ کوئی مباحثہ اِس تہذیب کے ساتھہ نہیں ہوا اور نہ اِس عالمانہ طرز پر اور وہ اِس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ اگر ایک دوسرے کی ذات خود پر کوئی بات عاید ہو بھی جائے تو ہم ایک دوسرے سے نہایت ہی خوش اخلاقی کے ساتھہ معافی مانگ لیا کرتے ہیں صاحب ڈپٹی کمشنر کے مداخلت دینے پر پریزیڈنٹ صاحب نے یہہ فرمایا کہ میں جیسے ہندوستان میں آیا ہوں مجھے اس سے زیادہ اور مہذب مباحثہ سننے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا فریقین ایک دوسرے سے خوش۔ پریزیڈنٹ خوش۔ حکام وقت خوش۔ اب جناب نامہ نگار صاحب آپ کا مباحثہ کے بند کرنے کا اشارہ کرنا ہمارے خیال میں تو پارٹی اسلام کی کمزوری کا اظہار کرنا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب بشپ لفرائے صاحب سے مباحثہ ہوا تھا تو مرزا حیرت کی جادو بیانی کے اثر سے اُسی وقت دو عیسائی مسلمان ہوگئے۔ جناب بہت غور کیا پر نہ تو اُن دو جلیسوں کے نام ہی یاد آتے ہیں نہ اُن کی صورت۔ لیکن ہاں اتنا تو خیال آتا ہے کہ انہی مباحثوں کا اثر مولوی احمد مسیح پر کچھہ ایسا جما کہ فوراً ہی برگزیدوں کی جماعت میں شامل ہوگئے جنہوں نے کہ اب آپ کا ناک میں دم کر دیا ہے۔۔۔۔ اور ہاں ایک اور خیال آیا چونکہ اِس مباحثہ سے اب بہت مسلمان مسیح کی وفات کے قائل ہوگئے ہیں اور صداقت عیسوی اُن کے دلوں پر نقش ہوگئی ہے اور نزدیک ہے کہ اب وہ زبان سے اُس پاک نام کا اقرار بھی کر دیں اس لئے اب آپ مولانا صاحب کے خیرخواہ بنتے ہیں۔ نہیں مولانا صاحب کی طرف سے ہرگز بھی یہہ امید نہیں ہے کہ آپ کی کم ہمت کرنیوالی باتوں میں ایکا ایک آجاینگے اور یہہ آپ جانتے ہیں کہ بحث ہماری طرف سے شروع نہیں تھی پر مولانا صاحب کی جانب سے۔

یہہ اشارہ کرنا بھی کہ یورپین صاحب سے بہت مباحثے ہو چکے ہیں ایک پست خیالی ہے۔ جناب صداقت کسی یورپین ہی کو ورثہ میں نہیں ملی ہے اور خیر اگر آپ کا یہی خیال ہو تو آپ اسی کے قائل ہو جاویں۔ پر اگر خدا کا فضل سب کے واسطے ہے جو اُسے قبول کرتے ہیں تو سب کو ایک سان سمجھنا چاہیئے ہاں ہاں۔ میں بھول گیا۔ وہ اہل زبان نہیں ہوا کرتے اور ہماری اصطلاحات اور محاورات سے بخوبی واقف نہیں ہوا کرتے ہیں اِس لئے سامعین کو محظوظ کرنے کے لئے کسی کم لیاقت کے آدمی کو بھی موقعہ مل سکتا ہے۔ پر اگر کوئی مولوی احتجاج کی لیاقت کی سند حاصل کرنا چاہیں تو جناب بشپ لفرائے صاحب سے تحریراً دریافت کرلیں اور بہتر تو یہہ ہے کہ اب جس خوبی کے ساتھہ مولوی صاحب یہہ مناظرہ کر رہے ہیں اِس کے صلہ میں انکو احسن المناظرین کا خطاب دے دیا جائے۔

بس رہا ہے جو شہر کہ کوہ پر چھپتا نہیں
حق بنا ظاہر ہوئے رہتا نہیں رہتا نہیں
حق چھپانا عقلمندی کا نہیں کچھہ کام ہے
ہاں کے کوئی دیا ہرتن تلے دھرتا نہیں
ہاتھہ اور رکھہ کر جو کے پر سامنے کرنا نظر
دیکھنے سے پیچھے مڑ کر کام ہے چلتا نہیں
خوب سمجھا آپنے اور آپ سمجھاتے ہیں کیا
لاکھہ سمجھائیں کوئی اب آپ کی سنتا نہیں
نام پر ہر ایک ناتواں کے تم ہو جائیگا
قول عیسے کا کبھی شاطر کہا ٹلتا نہیں

غزل

در مذمت شراب خانہ خراب

از قاضی خیر اللہ نوشہرہ

بھٹیاں پھونکو پٹکدو کہیں پیمانے کو
قوم پر رحم کرو ڈھاؤ بھی میخانے کو
فاتر اُنجن داتو اے دیدۂ گریاں دے کام
سرد کر آتش صد خواہش خمخانیکو
پینے والے کے کلیجے کو جلادیتی ہے ۶
پھینک بھی جان کے دشمن کہیں بیمانہ کو
جانشیں اپنا سمجھتا ہے اپو اکثر شیطان
جرعہ بادہ کو خون ناب کے متانیکو
التہاب اور جلن سے نہیں دم بھر آرام
شمع اکسائے کے۔ سد افسوس کہ پروانیکو
بھٹیوں پر شزادے ہیں مطرب ہیں
دختر رز کا سہاگ آئے ہیں جو گانیکو
حامی قوم کا ہر نالہ ہے اک ڈائنومائیٹ
اب اڑا جاتے اِس خطۂ رنجورکو
کھو پڑی ندھی ہے انکی جو کہیں مت والا
قاضی اِس سوختی بادہ کے دیوانے کو

بابو رام نرائن ۔ وکیل ہائی کورٹ الہ آباد دو سال کے لئے غیب رہ کے گئے ہیں۔ انہوں نے ایک اہل مقدمہ سے ایک ہزار روپیہ ٹھگ لیا تھا جب ہضم نہو سکا تو واپس دیا اور ساتھہ ہی اِس کے تین ماہ قید سخت کی سزا ہائی ۔۔۔

ہند کے عیسایان کی جواب دہی ہند کی نجات

پر ہمارا ہندوستان بھی ایسا خطہ ہے کہ اُسکو مجموں ہندریت کہا جاوے تو بجا ہے۔ ایک نظر اگر جغرافیہ پر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ کوئی محدود جگہ جسکی وسعت ہندوستان کے برابر ہو اور اِس کثرت سے مذاہب مختلفہ وہاں پائے جاتے ہوں ہرگز ہرگز نظر نہ آئیگی۔ بیشتر جو تاریکی اِس ملک پر چھائی ہوئی تھی اُس کا بیان لکھنا بجائے خود بیان ہے۔ جسوقت سے قوم مسیح نے اپنے قدم جماکر علوم و فنون کی روشنی سے گروہ ہند کو منور کیا ہے اُسوقت سے مذہب عیسوی کے نور نے دم مسیحائی کا کام مردہ اجسام کیلئے کر دکھایا۔

۱۲ وہ واعظین جو جوارین صفت سراپا مصلح قوم اور بشر دادی ہوئی اُن کے نفوس کی برکت سے ہزاروں نے راہ نجات پائی۔ مگر یہہ امر تو ظاہر ہے کہ انسانی بقا حباب آسا ہے دوام محال اور قیام اجسام محال۔ چند بزرگوں نے اپنی ہمت اور خلوص سے بشارت کا پیغام ہندوستان کو پہنچایا اور وحشت کہنہ کو مبدل بہ محبت کر دکھایا۔ مگر وہ بانی صرف بنیاد رکھکر عالم ثانی سے تشریف لیگئے اور اپنی آیندہ نسلوں کو زبان حال اور کیفیت گذشتہ کے نشانات سے پتہ دے گئے کہ اب اِس بنیاد پر جس قسم کا زمانہ یاوری اور یاوری کرے تم لوگ عمارت تعمیر کر لینا۔ کیونکہ اِس ملک میں جس قدر علم الٰہی کے متعلق غفلت اور لاعلمی جمع ہیگی وہ تمہارے ہی نامہ اعمال میں اُس خداوند مسیح کے سامنے پڑھی جائیگی۔

۱۳ نجات پانا تو آسان امر ہے مگر نجات دلانیکو بیاقت انبیا کی سمجھو۔ اور اِس سے بڑھکر کوئی نیک عمل عالم زندگانی میں نہیں ہے۔ نجات دلانا اگرچہ بظاہر نہایت دشوار کام ہے۔ مگر بنظر حیثیت ذاتی اسی قدر آسان بھی ہے۔ کیونکہ اِس میں صرف ایک اپنی ہی ذات پر محنت و مشقت و ریاضت و عبادت کا بار پڑتا ہے اور ہرگز بجز خدا کے کسی کی مدد اور اعانت کی ضرورت نہیں۔

۱۴ پس اگر تم میں مادہ خلوص کا ہے تو بالضرور کوشش کرو۔ اور دوسروں کو بھی اپنے ہی جیسا بناکر دائرہ اصلاح میں لے آؤ۔ اگر تم میں لیاقت علمی معلومات اور فیض روح القدس سے دوسروں کو متاثر کرنے کی ہے تو سحر بیانی سے گمراہ کو حلقہ بگوش کر لوگے۔ اگر تم میں حوصلہ تکالیف و عظ گوئی کی برداشت کا ہوگا تو یقین ہے کہ دنیا کی کم بختی اور وجاہت ظاہری کو ایک بے اصل چیز سمجھ کر شب و روز حق گوئی اور خدا جوئی میں گرمجوشی بیدار جانی برداشت کرتے رہوگے اور دامن صبر ہاتھ سے نہ دوگے۔ جسکی وجہ سے تمہاری سچائی اور مضبوطی پر مخالف بھی متفر ہوکر گردن جھکا دینگے۔

۱۵ اب اگر امورات بالا پر لحاظ نہ کروگے۔ اور بجائے خلوص ہر زمنتی اور بجائے لیاقت علمی سلسلہ جہالت اور بجائے تحمل تکالیف آرام طلبی اور وجاہت ظاہری کے طالب رہوگے تو کس مونہہ سے خدا کے سامنے پیش کروگے مخلوق کی گمراہی اور اُن کے کانوں تک حرف نجات نہ پہنچا نیکی ذمہ داری کا جواب دے سکوگے۔ جہانتک غور کیا جاتا ہے تو اہل ہند کی نجات اور عدم نجات کا ثواب اور گناہ ہندوستان کے عیسائیوں کی گردنوں پر ہے۔ اور علاوہ مواخذہ خداوندی۔ دنیوی مواخذہ سے بھی بریت نہیں کیونکہ جب کلیسیا نے انکو اپنی مذہبی جماعت میں لیکر ہر قسم کے حقوق برادرانہ رکھنے کا مستحق کر رکھا ہے تو جو عیسائی اپنے فرائض ذاتی اور مذہبی ادا کرنے میں قصور وار ہے وہ بیشک کلیسیا کا مملکت ہند میں جوابدہ رہیگا اور اہل ہند کی نجات کے لئے وہ ہر طرح لائق مواخذہ سمجھا جائیگا۔

۱۶ پس اے عیسائی بھائیوں یہہ موقع بہت اچھا ہے۔ ہندوستان میں ہر چہار طرف امن و امان ہے اور اسباب ترقی علمی اور عملی وسیع و فراخ ہو رہے ہیں اور یہہ بھی جانتے ہو کہ حیات چند روزہ میں فرائض منصبی کی غفلت و لاپرواہی سے باز پرس اس مسیح حقیقی اور حاکم تحقیقی کے روبرو بالضرور ہوگی پس ایک نفس کی خباثت سے رہائی پاکر نجات پانا دشوار ہے تو تیس ۳۰ کروڑ آدمیوں کی ذمہ داری کا مواخذہ کیسا کچھ عبرت خیز اور وحشت انگیز ہوگا۔

۱۷ اِس لئے اگر خدا نے تمکو اِس لائق کیا ہے اور روح القدس کا فیض تمہارے شامل حال ہے تو کمر ہمت باندھ کر ہندوستان کی مخلوق کو علم الٰہی کے نور سے منور کرو۔ اور آیندہ نسلوں کے واسطے نظیر چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگ بھی اُسی کی تقلید کرتے چلے جاویں۔ اور اپنی اور دوسروں کی نجات حاصل کرکے راحت جاودانی کے مستحق سمجھے جاویں کیونکہ تمہاری اِس کوشش بے بہا سے ہندوستان کی کلیسیا سلف سپورٹ بھی ہو جاویگی۔

۱۸ اور یہہ بھی یاد رکھو کہ ذمہ داری کو اُسوقت تک ادا نہیں کر سکتے ہو جب تک اپنے کو خداوندی کام میں وقف نہ کروگے اور معلومات علمی کو روح القدس کی مدد سے حاصل کرنے میں طالب علمانہ حیثیت نہ رکھوگے اور یہی معلومات کی کمی تمہارے اِس فرائض کے ادا کرنے میں مانع ہو رہی ہے۔ پس جہانتک غور کیا جاتا ہے تو ایک عیسائی جو خداوندی احکام کے بجا لانیکی لیاقت رکھتا ہو وہ ہزاروں نام کے عیسائی شکم پرور جماعت سے افضل ہے وہ برابر علم کو جہالت کے انبار سے قیمتی اور لازوال سمجھنا چاہئے۔ پس ہندوستان کے عیسائیوں کی جوابدہی ہندوستان کی نجات کے لئے ہر عیسائی کی ذات پر لازم و ملزوم سمجھنا چاہئے اِس لئے اے مسیح اور روح القدس تو ہندوستانی عیسائیوں کی اعانت کر کہ وہ ہند کی نجات دلانے اور کسی دوسری سوسائٹی کے محتاج و دست نگر نہ رہنے میں کامیاب ہوں آمین۔

راقم۔ ڈی۔ ڈیسن مصنف خلعت آریہ شاہجہان پور
ایم۔ ای مشن

خبر ہے۔ کہ روس مصالحت کے لئے تیار ہو گیا ہے اور تمام ملک منچوریا معہ پورٹ آرتھر حوالہ کردینے کو تیار ہے مگر جاپان جزیرہ سگھالیں بھی لینا چاہتا ہے۔ یہہ جزیرہ قدیم سے جاپان کی ملکیت تھا اور چند برس سے روس اُسپر قابض ہو گیا تھا۔ اور ساتھ ہی ایک رقم تاوان کی بھی طلب کرتا ہے

نجات کے میوے توکس طرح چکھ سکیگا اور اُس کے وسیلے حیاتِ جاودانی تک کیونکر پہنچ جائیگا اور خدا کی اُس نعمت و بخشش میں جو مسیح نے آدمی کے لئے طیار و موجود کی ہے کس طریق سے تو شریک ہو سکیگا؟

وہ وسیلہ جس سے آدمی مسیح کی نجات کی ساری نعمتوں سے فیض یاب ہو جاتا ہے انجیل کے بموجب یسوع مسیح پر ایمان لانا ہے جیسا کہ اعمال کی ۱۶ فصل ۳۱ آیت میں ذکر ہوا ہے کہ پاول اور سیلاس نے قیدخانہ کے داروغہ سے کہا کہ "خداوند یسوع مسیح پر ایمان لا کہ تو اور تیرا گھرانا نجات پاویگا"۔ اور پھر پہلے یوحنا کی ۳ فصل ۲۳ آیت میں مذکور ہے کہ "اُس کا (یعنی خدا کا) حکم یہہ ہے کہ ہم اُس کے بیٹے یسوع مسیح کے نام پر ایمان لاویں" اور پھر مرقس کی ۱۶ فصل ۱۶ آیت میں لکھا ہے کہ "جو ایمان لاتا اور بپتسما پاتا ہے نجات پائیگا اور جو ایمان نہیں لاتا اُسپر سزا کا حکم کیا جائیگا"۔ میں ایمان لایا اور بپتسمہ پایا تاکہ نجات ابدی کا وارث ہوؤں۔ اے کاشکہ میرے محمدی احباب بھی ایمان لائیں اور بپتسمہ پائیں تاکہ اس نجات کے وارث ہوویں۔ آمین۔ ثم آمین یا ارحم الراحمین

تمام شد

اپنی عقل ناقص سے خداوند کے مطالب اور روحانی امور کو سمجھے اور اُنکی کُنہ کو پہنچ جائے چنانچہ انجیل میں بھی پہلے قرنتس کی ۲ فصل ۱۴ آیت میں لکھا ہے کہ "نفسانی آدمی خدا کے روح کی باتوں کو نہیں قبول کرتا کہ وہ اُس کے آگے بیوقوفیاں ہیں اور نہ وہ اُنکو جان سکتا ہے کیونکہ وے روحانی طور پر بوجھی جاتی ہیں"۔ اور اُسی مکتوب کی پہلی فصل ۱۸ سے ۲۴ تک لکھا ہے کہ "صلیب کی بات ہلاک ہونیوالوں کے نزدیک بیوقوفی ہے پر ہم نجات پانیوالوں کے لئے خدا کی قدرت ہے کیونکہ لکھا ہے کہ میں حکیموں کی حکمت کو نیست اور سمجھداروں کی سمجھ کو ناپید کرونگا کہاں حکیم کہاں فقیہ کہاں اِس جہان کا بحث کرنے والا کیا خدا نے اِس دنیا کی حکمت کو بیوقوفی نہیں ٹھہرایا اِس لئے کہ جب حکمت الٰہی سے یوں ہوا کہ دنیا نے حکمت سے خدا کو نہ پہچانا تو خدا کی یہہ مرضی ہوئی کہ منادی کی بیوقوفی سے ایمان والوں کو بچاوے چنانچہ یہودی کوئی نشان چاہتے اور یونانی حکمت کی تلاش میں ہیں پر ہم مسیح کی جو مصلوب ہوا منادی کرتے ہیں وہ تو یہودیوں کے لئے ٹھوکر کھلانے والا پتھر اور یونانیوں کے لئے بیوقوفی ہے لیکن مسیح اُن کے لئے جو بلائے گئے ہیں کیا یہودی کیا یونانی خدا کی قدرت اور خدا کی حکمت ہے کیونکہ خدا کی بیوقوفی آدمیوں کی حکمت پر غالب ہے اور خدا کی کمزوری آدمیوں سے زور آور ہے"۔ پس جس حالت میں چمگادڑ آفتاب کی روشنی کو مکروہ اور اپنی خاصیت کی تقاضا سے اُنکو بُرا جانکر دھوپ میں اُڑ نہیں سکتا تو آفتاب کو کیا عیب لگ جائیگا اور اُس کے جلال میں کیا نقصان آ جائیگا کیونکہ اُس کا نور اور جلال تو سارے جہان میں روشن و ظاہر ہے تو ایسی صورت میں بھی طرح دے جاتا کہ ایسا ہی ہو کہ مسیح کی نجات اُس شخص کو جس کا دل مغرور اور روحانی آنکھ اندھی اور چمگادڑ کی سی خاصیت ہے ناپسند آوے لیکن ایماندار روشن ضمیر کے لئے مسیح کی نجات کی تعلیم معرفت حقیقی اور سعادت ابدی کا سبب ہوگی۔ قطع نظر ان سب باتوں سے مسیح کی نجات کے وسیلے سے خدا کی عدالت اور قدوسیت کیسی پر ایسی ظاہر و عیاں ہوئی ہے کہ خدا کے اور کاموں سے ویسی نہیں ہوئی کیونکہ اس حالت میں کہ خدا نے

ضمیمہ نور افشاں

۹

۹ مارچ ۱۹۰۰ء



آدمی کا گناہ کسی اور طریقہ سے معاف نہیں فرمایا مگر اِس طریق سے کہ یسوع مسیح جو بے گناہ اور پاک و کامل تھا گنہگاروں کی عوض دکھہ اُٹھا کر مر گیا اور پھر جی اُٹھا سو اِس بات سے سارے بنی آدم بلکہ فرشتوں پر بھی بخوبی ظاہر و آشکارا ہو گیا کہ خدائے مقدس کو گناہ کس قدر ناپسند اور بد و زبوں معلوم ہوتا ہے چنانچہ جب تک گنہگار آدمی نجات دینوالے سے نہ ملا اور اُس کے وسیلے اپنے گناہ سے خلاصی نہ پائی خدا کی رحمت اُس تک نہیں پہنچتی ہے۔ اور اس کے سوا خدا نے یسوع مسیح کی نجات کے وسیلے اپنی رحمت و محبت کو بھی آدمیوں پر بحد کمال ظاہر و بیان کیا کیونکہ اُسی نجات سے بندوں پر اظہر من الشمس ہو گیا کہ خدا نے آدمیوں کو ایسا پیار کیا کہ اُس نے نہ چاہا کہ گناہ میں رہکر ہلاکت ابدی میں پڑے بلکہ اپنی بے پایان رحمت سے اپنے اکلوتے بیٹے کو جو اُس کے جلال کا شعلہ اور اُس کے وجود کا سکہ ہے نجات کے واسطے آسمان سے زمین پر بھیجا اور اُس نے اپنے دکھہ اور موت سے ایمان لانیوالوں کو گناہ سے چھڑا کر ہمیشہ کی زندگی کو پہنچایا اس صورت میں مسیح کی نجات کی تعلیم بالکل اِس بات سے مطابق ہے کہ آدمی کو گناہ کی برائی سمجھا کر اُسکو گناہ سے برکنار رکھے اور احکام الٰہی کی متابعت پر مائل کر کے خدا کی محبت اور ایمان کی راہ میں مضبوط بناوے ؛

پوشیدہ نہ رہے کہ خدا تعالیٰ نے ساری مخلوقات کی طبیعت میں ایسا ٹھہرا دیا ہے کہ ایک شے کی موت اور تحلیل ہونا دوسری شے کی معاش و زندگی کا باعث ہوا کرے مثلاً چاروں عناصر کا تحلیل ہونا جمادات و نباتات حیوانات کے موجود ہونے اور بڑھ جانے اور قوت پانے کا سبب ہے اور نباتات کا خرچ ہونا اور کھایا جانا بعضے حیوانات کی معاش اور قوت کا سبب اور بعض حیوانات کا مرنا بعض حیوانات کی معاش و زندگی کا باعث ہے اور اسی طرح نباتات کا تحلیل ہونا اور حیوانات کا مرنا انسان کے بدن کا زندہ و بحال رہنے کا سبب ہے اور آدمیوں میں بھی اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ بعضوں کے نیک اعمال بعضوں کے

فائدے اور بھلائی کے سبب ہو جاتے ہیں۔ پس درحالیکہ خدا نے انسان اور ساری موجودات کے درمیان یہہ قاعدہ مقرر کر دیا ہے تو آدمی اِس پر کیوں تعجب کرتا کہ یسوع مسیح کی موت اور اُس کے نیک اعمال و ثواب نجات کا سبب اور سعادت و حیات کا باعث ہوا ہے اور جس صورت میں کہ آدمی اُس قاعدہ کو جو خدا نے موجودات میں ٹھہرایا ہے دریافت نہیں کر سکتا تو اگر نجات مسیح کی باطنی کیفیت بھی نہ جان سکے تو کیا تعجب ہے اور اگر کوئی غرور و پندار کی راہ سے صرف اُتنی ہی بات کو مانے جتنی اُسکی عقل میں آئے تو ایسے آدمی کو چاہئے کہ خدا کا اور اپنا اور سب اشیا کا انکار کرے کیونکہ آدمی میں اتنی طاقت نہیں جو اپنی عقل ناقص سے خدا کو اور اپنے تئیں اور ہزارہا موجودات کے وجود کی باطنی کیفیت کو جان سکے حال آنکہ ان سب کا موجود ہونا ظاہری آثار سے ثابت ہے اور ایسا ہی خدا کے کلام کے آثار واضح و آشکار ہیں کہ مسیح کے وسیلے سے آدمی کے لئے گناہ کا کفارہ اور نجات ابدی حاصل ہوئی۔ اور ہر چند کہ نجات کی باطنی کیفیت کو عقل دریافت نہیں کر سکتی لیکن ایماندار آدمی اپنے دل میں مسیح کی نجات کی قوت و قدرت سے خبردار ہو سکتا ہے اِس سبب سے کہ مسیح کی نجات ایک ایسی دوا ہے جو حکیم مطلق نے گناہ کی بیماری سے شفا پانے کے لئے ہر ایک آدمی کے واسطے طیار کی ہے پس اگر آدمی اپنے اُس طبیب یعنی خدا پر بھروسا کر کے اِس دوا کو پی لے تو ضرور اپنی باطنی بیماری سے شفا پا کے آرام دلی حاصل کریگا اور حقیقی نیک بختی کو پہنچ جائیگا پس جیسے کہ کوئی بیمار کسی طبیب کی دوا سے اچھا ہو کے یقین کرتا ہے کہ طبیب نے اُسے خوب دوا دی ایسے ہی ایماندار بھی مسیح کے وسیلے گناہ کی بیماری سے شفا پانیکے سبب یقین کلی جانتا ہے کہ یہہ دوا جو آدمی کی روح کی شفا کیلئے انجیل میں مقرر ہوئی ہے اچھی اور خدا کیطرف سے ہے پس یہہ شفا مسیح کی نجات کی حقیقت پر ایک روشن دلیل ہے اور مسیح کی نجات جس کیفیت سے کہ انجیل میں بیان ہوئی ہے انجیل کے منجانب اللہ ہونے پر ایک کامل دستاویز ہے کیونکہ ایسی نجات کے موجود کرنے پر صرف خدا ہی قادر ہے ؛

اے مطالعہ کرنیوالے ہم اِس فصل میں تجھہ پر خدا کے کلام سے یہہ مطلب بیان و ثابت کرینگے کہ یسوع مسیح کی





چلا گیا یعنی اُسی نے ہم گنہگاروں کے لئے کوڑے کھائے گھایل ہوا اور صلیبی موت برداشت کی۔ اب گنہگار کا فرض ہے کہ خدا کے اِس برے کو جو ذبح ہوا تھا اپنا نجات دہندہ قبول کرے۔ اور اِس زخمی پہلو پر نظر کرے جہاں کہ اِس کمی کا زخم لگا ہوا تھا اور اب سی کا شکر گذار رہے اور اُسکی تعریف اور مدح سرائی میں مگن رہے اور اپنے بچانیوالے سے پورا پورا پیار اور اُسپر کامل بھروسہ رکھے۔ "کیونکہ مسیح نے بھی گناہوں کے لئے ایک دفعہ دکھ سہا یعنی راست نے ناراستوں کے لئے تاکہ وہ ہمکو خدا کے پاس لاوے"

۱۔ پطرس ۳: ۱۸

واقعاتِ اور عین

دنیا بھر میں چھوٹا آدمی۔ دنیا بھر میں ایک چھوٹا آدمی ہے جو شادی کرنا چاہتا ہے وہ امریکہ میں ہے اُس کا نام میجر چارلس گنج ہیں وہ فیرفیلڈ میں رہتا ہے اِس کا وزن ۲۰ پونڈ یعنے ۵ سیر سے کچھ کم ہے اور اونچائی میں ۱۹ انچ یعنے ایک ہاتھ ہے اِن کی عمر ۲۹ سال کی ہے جتنا بڑھنا تھا سو وہ بڑھ چکا ہے اِس کا باپ چھ فٹ لمبا اور اُس کی ماں اچھے قد کی ہے مگر قدرت خدا اولاد ایسی ہوئی ہے (رہبر دیوبان)

گھومتا ہوا جیلخانہ۔ مقام اوما بیونا ٹیڈ سٹیشن میں جو گھومتا ہوا جیلخانہ ہے اِس کا ذکر بہت کچھ لندن کے اخبارات میں ہے۔ یہہ خیال اِس وجہ سے پیدا ہوا کہ جہاز وغیرہ امریکہ میں جو دوسری منزل گھومتی ہوئی بنی تھی اُس سے غدر میں خوب کام نکلا۔ آہنی محور پر یہہ جیل خانہ گھومتا ہے گرد کوٹھریاں ہیں تین منزل ہیں ہر منزل میں دس قیدی کے رہنے کی جگہ ہے۔ تمام جیل خانہ کا وزن ۴۵ ٹن ہے اور اِسقدر گھومتا ہے کہ راستہ آمد و رفت کے سامنے ایک ہی کوٹھری ایک بار نظر آسکتی ہے۔ تمام رات یہہ گھومیگا۔ اگر قیدی نکلکر بھاگنا چاہے بھی تو نکل نہ سکیگا اُس کے گرد بہت بڑا قفس آہنی تیلیوں کا ہے بے خوف قیدی کو بند کر سکتے ہیں

یہہ ساری تدابیر اسی طریقہ کی ہے جس طرح پیرس میں مرغیوں اور بطوں کے لئے گھومتی ہوئی کرگل بنتی ہے (علا رابجو پانچ)

ڈاکٹر فشر صاحب کا جو برلن کے ایک مشہور شخص ہیں قول ہے کہ ایسی حالت میں سونا جس سے پانوں سر کی نسبت کسی قدر اونچے واقع ہوں قوت حقلیہ کو آرام دینے کے لئے اِس مفید ہے۔ اگر ایسا کرنے میں زیادہ دقت ہو تو کم از کم پاؤں اور سر کا ٹھیک متوازی الافق میں ہونا لازمی ہے۔ ڈاکٹر صاحب ممدوح الصدر کا یہہ بھی قول ہے کہ سر نیچا اور پاؤں اوپر کرکے سونا بہت سی دماغی بیماریوں کی اکسیر دوا ہے۔

جنوبی آسٹریا میں جو نوجوان کسی خاتون سے شادی کرنے کا خواہان ہو اُسکو ایک عجیب و غریب آزمایش میں پورا نکلنا لازمی امر ہے۔ شادی کرنے سے بیشتر نوجوان شخص کو جنگلی شہد کی مکھیوں کے چھتے کے پاس منہ کھولکر کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ اگر مکھیاں اُس کے منہ پر حملہ نکریں تو تو وہ اِس خوفناک امتحان میں کامیاب ہوتا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ وہ شراب وغیرہ پینے کا عادی نہیں۔ اور اُسکو لڑکی سے سچی محبت ہے۔ اور اُس پر بے وفائی کا احتمال نہیں۔

بنجمن فرینکلن نے اپنی زندگی میں ایک ہزار ڈالر کی رقم اِس غرض سے جمع کی تھی۔ کہ ایکصدی کے بعد جب وہ معہ سود کے کافی رقم ہو جائیگی تو اِس سے شہر بوسٹن میں ایک صنعتی مدرسہ کھولا جائے۔ اِس بات کو اب ایک صدی پوری ہو گئی ہے اور ہزار ڈالر کی رقم معہ سود کے ۲ لاکھ ۷۰ ہزار ڈالر ہو گئی ہے۔

ہند سے غلہ وغیرہ کی نکاس۔ ایک تازہ کاغذ سرکاری سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ ماہ میں ہندوستان سے ۲ لاکھ ۴۳ ہزار ۹۳۸ ہنڈرویٹ کپاس باہر گئی اور گیہوں اِسی ماہ میں ۴۴ لاکھ ۹۹ ہزار ۴۶۴ ہنڈرویٹ۔ نیل ۱۴۰۸ ہنڈرویٹ۔ جوٹ ۳۸ لاکھ ۹۴ ہزار ۹۲۵ ہنڈرویٹ۔ چائے دو لاکھ ۷ ہزار ساڑھے نو سو ہنڈرویٹ اور چاول ۵ لاکھ ۲ ہزار ۲۷۵ ہنڈرویٹ باہر بھیجے گئے۔ شروع جنوری سے آخر اکتوبر تک عرصہ دس ماہ میں یہی چیزیں حسب ذیل مقدار میں ہندوستان سے بھیجی گئی ہیں یعنے کپاس ۷۷ لاکھ ۹۲ ہزار ۷۳۴ ہنڈرویٹ۔ تخم السی ایک کروڑ ایک لاکھ ۲۰ ہزار ۴۹۰ ہنڈرویٹ۔ نیل ۲۰ ہزار ۶۸۷ ہنڈرویٹ۔ جوٹ ایک کروڑ ۵ لاکھ ۲۵ ہزار ۳۷۲ ہنڈرویٹ چائے دس لاکھ ۱۸ ہزار ۴۰۰ ہنڈرویٹ اور چاول ۱۷ لاکھ ۳۰ ہزار ہنڈرویٹ تھا ۔ (ہندوستانی)

ویلز کے ریوایول کے متعلق بائبل سوسائٹی اطلاع دیتی ہے کہ سنہ ۱۹۰۳ء کے نومبر اور دسمبر کی نسبت سنہ ۱۹۰۴ء کے نومبر اور دسمبر میں بائبل کی مانگ تین گنا زیادہ ہے۔

کثرت تمباکو نوشی سے مرض سرطان پیدا ہو جاتا ہے۔

رسید زر

ڈاکٹر ایم۔ بی۔ کارلیٹن واسطے نیکرسن	عگہ ۸/
مسز جے۔ جی۔ ایلکزنڈر بتول	عہ ۸/
پرنسپل پارکر میموریل سکول مراد آباد	۸/ے
بابو سندر سنگھ لاہور واسطے ۳ ماہ	۱۴/
بابو لعل منصوری	عہ ۸/
ڈبلیو ای۔ نکل راولپنڈی	عگہ ۸/
لائبریرین وائی ایم۔ سی۔ اے راولپنڈی	عہ ۸/
بابو تلسی رام تھانیسر	عہ ۸/
مسٹر اے۔ ابراہیم معرفت کے۔ بی۔ سرکار تھانیسر	عگہ ۸/
پادری ایس۔ غلب لکھنؤ	۸/ے
سکرٹری وائی ایم۔ سی۔ اے بنگلور	عہ ۸/
پادری ایچ۔ پیٹرسن کھڑ	عہ ۸/
پادری پی۔ سی۔ اوپل۔ رڈپٹر ۳ کاپی	۸/ے
مس ایل۔ جی۔ ڈکسن سیالکوٹ	۵/ے

اشتہارات

پرسبیٹیرین بیواؤں و یتیموں کا فنڈ

اطلاع دیجاتی ہو کہ پرسبیٹیرین بیواؤں و یتیموں کے فنڈ کی حالت نہایت عمدہ و ترقی پذیر ہے تجربہ کار صاحبان کی طرف سے اس بات پر حکمتانہ شہادت ہے۔ ستاون برس کے اندر اس فنڈ نے قریباً ستر ہزار روپیہ خرچ کرکے پنشن دیدیا ہے اور اس وقت سرکاری نوٹ کے ذریعہ سے قریباً بیالیس ہزار روپیہ پونجی رکھا ہوا ہے کوئی اور پنشن فنڈ ایسے سستے طور پر بیمہ نہیں دیتا اس میں ہند کا ہر ایک مسیحی اپنی بیوی بچوں کے لئے پنشن کی تجویز کر سکتا ہے جس کسی کو چاہئے منیجنگ ڈائرکٹر موصوف سے اس فنڈ کی بابت پوری خبر دینگے۔

درخواست کی جاتی ہے کہ جو اس فنڈ میں شریک ہوں اُن دوستوں کے نام اور پتہ جنکو وہ اس فنڈ میں شریک کرنا چاہتے ہیں ڈائرکٹر صاحب کے پاس بھیجدیں۔

المشتہر

پادری والٹر جے کلارک منیجنگ ڈائرکٹر نولکھا لاہور

ضرورت

بشارت کے کام کے لئے دو تجربہ کار کیٹیکسٹوں کی ضرورت ہے۔ زبان ہندی سے بخوبی واقف ہوں۔ درخواستیں معہ سندات وغیرہ کے پادری الیف نیلن صاحب کے پاس سویڈش مشن ساگر سی۔ پی۔ آنی چاہئیں۔

ضرورت

بھاولپور کے مشن سکول کے لئے ایک بائیبل ٹیچر کی ضرورت ہے۔ درخواستیں معہ سندات اور مقدار تنخواہ مطلوبہ کے منیجر صاحب مدرسہ ہذا کے پاس آنی چاہئیں۔

سب سے اچھی کسوٹی تجربہ ہے

اپنی طرز کا پہلا پرچہ صلح کل و متانت کی پالیسی سے اہل ملک کو ترقی کا سیدھا راستہ دکھانیوالا اردو اخبار بڑی تقطیع کے سولہ صفحوں پر ہفتہ وار نہایت ہی خوشخط شائع ہوتا ہے جس کے کاغذ کی عمدگی کے ساتھ مضامین کی نفاست قابل دید ہے۔ ہر مذہب اور طبقہ کے بنی نوع آدم کے لئے یکساں نفع رساں ہو خود حاضر ہو کر اپنی تعریف آپ بیان کرنے کا آرزومند ہے۔ صلائے عام ہے کہ ہر شخص جو اخبار بینی کا شائق ہو ایک کارڈ پر اپنا نام و پتہ صاف الفاظ میں تحریر کرکے منیجر سے ایک ماہ کے لئے بالکل مفت جاری کرا سکتا ہے اس عرصہ میں اگر پسند آجائے تو قیمت ارسال کرکے زیادہ عرصہ کے لئے جاری رکھا سکتے ہیں ورنہ ایک ماہ کے بعد خود بخود بند کر دیا جائیگا براے مہربانی اس صلائے عام کی اطلاع اپنے اردو خواں دوست آشناؤں وغیرہ کے حلقہ میں بھی کردیں۔

(نوٹ) لیکن درخواست ۱۵ مارچ ۱۹۰۵ء تک ڈاک میں ڈال دیں ورنہ اس کے بعد صرف ایک پرچہ ہی مفت ملیگا۔

نیز جناب کا اسم مبارک ہمیشہ کے لئے درج رجسٹر کر لیا جاویگا اور ہمیشہ نوطبع اشتہارات اور ہر سال کی جنتری مفت روانہ ہوتی رہیگی۔

منیجر اردو اخبار لاہور

اشتہار

میں ایک موضع جس کا نام محمد پور ہے واقعہ تحصیل سرسہ ضلع حصار جس کی کل اراضی بتعداد ایک ہزار بیگہ ۱۹ بسوہ ۵ کی ہے فروخت کرنا چاہتا ہوں جن صاحبان کو خریدنا اراضی مذکور کو ہووے وہ مجھ سے بذریعہ خط و کتابت کل حال دریافت کر سکتے ہیں۔

المشتہر مہتہ رام سہاے مل ولد لکھمی کرشن گینڈی والہ

مقام شہر سرسہ بازار چاندنی چوک

اشتہار

ٹائپ نویسی، اختصار نویسی، بک کیپنگ و طریقہ خط و کتابت وغیرہ کرسچن بوائز ہائی سکول لودیانہ کے متعلق ایک شاخ اور کھولی گئی ہے جس میں مندرجہ بالا مضامین بڑی عمدگی سے سکھلائے جاتے ہیں داخلے کیلئے انگریزی کی عمدہ لیاقت ضرور ہے۔ مفصل حالات ذیل کے پتہ پر خط روانہ کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

پرنسپل سی بی ہائی سکول لودیانہ

دستور العمل نور افشاں

قیمت سالانہ اہل شہر سے اخبار بغیر ضمیمہ عہ معہ ضمیمہ عہ

قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک عہ

قیمت ہر حالت میں پیشگی لیجائیگی۔

شرح اُجرت اشتہارات

مقدار اشتہارات	سہ ماہی	ششماہی	سال تمام
کالم کا آٹھواں حصہ	[illegible]	[illegible]	ے
چوتھائی کالم	[illegible]	ے	عہ
نصف کالم	ے	عہ	سہ عہ
پورا کالم	عہ	سہ عہ	سہ
پورا صفحہ	سہ	صہ	لعہ

ایک دفعہ کے لئے فی سطر فی کالم ۲؎ تجدید کیلئے ایک سطر
ایک روپیہ سے کم کسی اشتہار کے لئے نہ لیا جائیگا۔

نوٹ

نامہ نگار اپنی اپنی تحریروں کے آپ ذمہ دار ہیں

سنڈے سکول سبق

قیمت سالانہ فی پچاس پرچہ نقشہ بردار سنڈے سکول بلا محصول عہ معہ محصول عہ

قیمت سالانہ آٹھ کاپی سبق سنڈے سکول عہ